© rasailojaraid.com

خاکسار سے خط وکتابت کریں۔

اِن سوالات کے جوابات کسی اور صاحب نے کسی اخبار میں شائع کئے ہوں تو وہ بھی خاکسار سے خط وکتابت کریں۔ اور دوسرے اصحاب مجھے ان جوابات سے اطلاع دیں۔

کوئی صاحب کسی اخبار میں میرے جوابات کے متعلق کچھ لکھیں یا لکھوائیں تو وہ پرچہ اخبار خاکسار کے پاس بھیجدیں۔ اور صاحبِ اخبار سے وعدہ لے لیں کہ وہ جواب الجواب کو جو میری طرف سے نکلے نیز اس اخبار میں شائع کردیں۔

یہ مضمون اخبار "وطن" میں بھیجا گیا تھا۔ اُس نے وعدہ اشاعت کے ساتھ کئی دن رکھ کر اُس کو واپس کردیا۔ اور اسلامی خیر خواہی اپنے فرض منصبی ہمعصری۔ ہم وطنی۔ کسی امر کا کچھ لحاظ نہ کیا۔ ابو سعید محمد حسین (از چک نمبر ۱۲۳ ایر گوگیرہ برانچ۔ نہر چناب)

گھڑیوں کی لاٹری کی نسبت سوال و جواب

یہ وہ لاٹری ہے جسکا ذکر سرورق کے صفحہ (ب) میں ہوا ہے۔ اس کی نسبت بعض علماء نے جو فتوے دیا ہے وہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے :۔

حامداً و مصلیاً

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین کثرہم اللہ تعالے اِس صورت میں کہ انگلستان کے چند تاجر بلکہ اپنی دُوکان کی گھڑیاں اسطرح فروخت کرتے ہیں کہ جو شخص اُن کی گھڑی کا خریدار بننا چاہے اس کو اول اُن کی دُکان کا ایک ٹکٹ مبلغ تین روپیہ پر خریدنا پڑتا ہے۔ پھر وہ اس ٹکٹ پر اپنا نام ونشان لکھکر اُن تاجروں کے پاس پہنچا دیتا ہے۔ اس پر وہ تاجر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایسے ہی اور چار ٹکٹ اس کے پاس بھیج دیتے ہیں۔ پس وہ شخص ان ٹکٹوں کو تین تین روپیہ پر اور چار اشخاص کے پاس بیچ دیتا ہے۔ اور ان بارہ روپیوں میں سے تین روپے اپنے دیے ہوئے وضع کرکے مبلغ نو روپے اُن تاجروں کے پاس پہنچا دیتا ہے۔ تب وہ تاجر ایک گھڑی جو قیمت میں تقریبًا تیس روپیہ کی ہوتی ہے اس کے پاس بھیج دیتے ہیں۔ اور پہلے خریدار نے جن لوگوں کے پاس ٹکٹ فروخت کئے ہیں اُن میں سے ہر ایک کو اپنے خرید کردہ ٹکٹ پر اپنا نام و نشان لکھکر ان تاجروں کے پاس بھیجدینا ہوتا ہے۔ جس کے بعد ان تاجروں کی طرف سے ہر ایک کے پاس ایک ایک ٹکٹ کے عوض چار چار ٹکٹ پہنچتے ہیں۔ کہ جن کو بصورت مذکورہ بالا فروخت کرنے اور اُن کی قیمت پہنچانے کے بعد ہر ایک ایک گھڑی کا مستحق ہوتا ہے۔ پھر اُن سے ٹکٹ خریدنے والوں کی نوبت آجاتی ہے وھلم جرا۔ آیا یہ سودا از روئے شرع محمدی جائز ہے یا نہیں بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر بنظر امعان و تدبر دیکھا جائے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ صورت مذکورہ میں ٹکٹوں کا خریدنا مقصود بالذات نہیں۔ بلکہ ٹکٹ تو محض گھڑی کے خریداروں کا ایک نشان ہیں۔ اگر ٹکٹوں کا واسطہ درمیان سے ساقط کیا جائے تو اس کی صورت یہی بنے گی۔ کہ پہلا خریدار تین روپے ادا کرکے گھڑی کے خریداروں میں شامل ہو گیا

لہ اگر وہ خریدار اُن چار ٹکٹوں کو فروخت نہ کرسکے تو مبلغ لعہ اپنے پاس سے بھیجکر گھڑی حاصل کرسکتا ہے۔ مگر جاننا چاہئے کہ یہ صورت بھی اس سودے کو حد جواز میں داخل نہیں کرسکتی۔ کیونکہ اس پر مضمون بیعتین فی بیعۃ بالکل صادق آتا ہے۔ ابو المظفر +

لہ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ قیمت درست نہیں۔ اب وہ گھڑی غالبًا عہ سے زائد پر فروخت نہیں ہوسکتی۔ ابو المظفر +

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن اُسکو گھڑی حاصل ہونے کی یہ شرط ہے کہ وہ چار خریدار اور پیدا کرے - اور یہ ایسی شرط ہے جس کے ساتھ بیع فاسد[۱] ہوجائیگی - اور بیع فاسد کا ارتکاب معصیت اور اُسکا فسخ کرنا واجب ہے - خاصکر بیع فاسد بالشرط تو حکم ربوٰا میں داخل ہے - اگرچہ بعد القبض ملک خبیث حاصل ہوجاتا ہے - اور وہ تین روپے جو کہ اپنے فروخت کردہ ٹکٹوں کی قیمت سے وضع کرکے اپنے پاس رکھ لیتا ہے دو حال سے خالی نہیں - یا تو ان کو اُسکا حق السعی قرار دیا جائیگا - یا گھڑی اور ان تین روپیوں کو ملا کر اسکے ادا کردہ تین روپیوں کا بدل ماننا پڑے گا - پس پہلی صورت میں اس کو ان روپیوں کا لینا حلال[۲] ہوگا اور دوسری صورت میں تو ربلٰے صریح ہے - پس مسلمانوں کو چاہئے کہ تھوڑے سے دنیوی فائدے کی امید پر اپنے آپ کو گرداب معصیت میں نہ ڈالیں وما علینا الا البلاغ

کتبہ العبد الضعیف

ابو المظفر احمد حسن السکوالی

الجواب صحیح

بندہ رشید احمد گنگوہی

اقول وباللہ التوفیق

صورت مستفسرہ میں عقد بیع شرعاً درست نہیں ہوگا اس لئے کہ حقیقت بیع مبادلۃ المال بالمال بتراضی الطرفین ہے جس کی تکمیل اس وقت متحقق سمجھی جاتی ہے جبکہ تقابض واقع ہوجائے - مگر صورت مبیّنہ بالا میں ایک جزو ثمن کا یعنے تین روپیہ یا کم وبیش پہلے ادا کیا جاتا ہے - اور بقیہ دیگر اشخاص سے وصول کرکے بعد وضع مبلغ تین روپیہ ارسال کیا جاتا ہے - لیکن یہ وصول شدہ روپیہ مشتاز الیہم

---

۱ اس لئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع اور شرط سے منع فرمایا ہے - ابو المظفر

۲ حلال تب ہو جبکہ وہ کسی جائز امر میں سعی کرتا اور حق السعی لیتا وہ تو امر ناجائز میں سعی کرتا ہے اور اسی کی اجرت لیتا ہے لہذا وہ اجرت حلال نہیں ہے - اس کی مزید تفصیل خاکسار کی تحریر میں دیکھو جو فتوے کی تائید میں جو بصفحہ ۲۴۹ ہے -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بدستور سابق نئے اشخاص سے وصول کرتے ہیں "وھلم جرا" گویا سلسلہ بیع لا متناہی طور پر جاری رہتا ہے۔ اس لئے گو بظاہر پہلا شخص گھڑی حاصل کر کے سبکدوش ہو جاتا ہے۔ مگر آئندہ سلسلہ کا جاری رہنا اُسی کے عقد کا جزو ہے۔ اِس لئے یہ خیال درست نہیں ہوگا۔ کہ پہلی بیع کا انعقاد اور اس کی تکمیل کما ینبغی وقوع میں آگئی۔ کیونکہ تقابض کے مفہوم میں آئندہ ہر ایک قسم کے امر متعلقہ عقد بیع کا قطع و فصل داخل ہے۔ جو صورت مستفسرہ میں متصور نہیں ہو سکتا پس جب پہلی بیع کی تکمیل نہیں ہوئی تو آئندہ بیوع کا اس پر مترتب ہونا از قسم "بناء الفاسد علی الفاسد" ہے۔

ثانیاً۔ از روئے حدیث ابن عمر بلفظ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال "لایحل سلف ولا بیع ولا شرطان فی بیع الخ" ہر ایک قسم کی شرط جو مفہوم بیع اور اس کی تکمیل سے خارج ہو منہی عنہ ہے۔ قال فی اللمعات والتقیید بشرطین وقع اتفاقاً وعادتاً وبالشرط الواحد ایضاً لا نہ یجوز لا نہ قد ورد النہی عن بیع و شرط چونکہ علتِ عدمِ حلت بیع مشروط یہ ہے کہ شرط بسا اوقات مفضی الی الغرر والجہالت ہوتی ہے۔ جو منجر الی التنازع ہو کر حکمت شریعت کو باطل کرتی ہے۔ اِس لئے صورت مبینہ بالا میں حکم بفساد بیع معلل بعلت مذکورہ ہوگا۔ کیونکہ پہلے شخص نے جن لوگوں کے پاس ٹکٹ بیچے ہیں اُنہیں فرداً فرداً ہرگز اس امر کا وثوق نہیں ہو سکتا کہ وہ یقیناً اپنے ٹکٹوں کے بیچنے میں کامیاب ہوں گے۔ بلکہ غالباً یہ احتمال قوی طور پر قایم ہو سکتا ہے کہ ٹکٹ نہ بکیں وھذا نوع من الغرر فی حقہم معہذا ٹکٹ نہ بکنے کی صورت میں ان کے حق میں ایک گونہ اضرار بھی سمجھا جائیگا۔ وھذا خلاف ما تقتضیہ القواعد الشرعیۃ اور بعض فتاویٰ ہندیہ میں یوں لکھا ہے کہ شروط واقع در عقد مقتضی فساد نیست۔ بلکہ باطل فی نفسہا است و ذکرش ہمچو عدم است یا صحیح معمول بہا است مگر آنکہ چیزے ازاں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مقتضی وقوع در غرر محصل تردد و عدم علم بحقیقت باشد کہ نزد ایں حال تراضی کہ مناط معاملات شرعیہ است متحقق نمے شود و عدم صحت نہ بمجرد شرط است۔ بلکہ بنا بر اقتضائے وقوع در بیع غرر منہی عنہ چونکہ صورت مستفسرہ میں غرر واقع ہونے کا پورا پورا احتمال ہے۔ لہٰذا بیع مذکور شرعاً ہرگز جائز نہیں ہوسکتی۔ یہ احتمال پہلے خریدار کے حق میں بھی بدستور قائم ہے۔

ثالثاً۔ حدیث ابوہریرہ میں وارد ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "من باع بیعتین فی بیع فلہ اوکسہما او الربا" اور روایت ابن مسعود میں بھی بلفظ نہی عن صفقتین فی صفقۃ وارد ہے۔ قیل فی تفسیرہ ہو الرجل یبیع البیع فیقول ہو بنسیۃ کذا و بنقد کذا۔ اور فتاوے ہندیہ میں لکھا ہے۔ کہ معنے دو بیعہ در یک بیعہ و دو صفقہ در یک صفقہ ہماں دو شرط در یک بیع است کما تقدم اسلئے صورت مستفسرہ یا تو حسب نہی منہی عنہ ہے۔ یا اس وجہ سے کہ ایک صفقہ میں نہ صرف دو بلکہ لا متناہی صفقات لازم آتے ہیں۔ کیونکہ پہلا شخص ایک گھڑی کے لئے ٹکٹ حاصل کرتا ہے جس کے اثنائے تکمیل عقد میں دوسرا اور تیسرا وغیرہ اشخاص بھی علیحدہ علیحدہ عقد بیع کرتے ہیں۔ گویا پہلے عقد کے ارکان میں دوسرے اشخاص کے ارکان عقود بھی حکماً داخل ہیں۔ کیونکہ معاملہ دو حال سے خالی نہیں یا تو پہلا شخص خریداران ٹکٹ کی پہلی تلاش کریگا۔ اور پھر ٹکٹ حاصل کریگا۔ یا ٹکٹ حاصل کرنے کے بعد ان کی تلاش کرے گا۔ صورت اوّل میں صفقتان فی صفقۃ واحدۃ لازم آئے گا۔ اور صورت ثانی میں غرر جو منہی عنہ ہے۔ کیونکہ حسب بیان بالا اس کا تلاش خریداران ٹکٹ میں کامیاب ہونا امر لازم نہیں۔

رابعاً۔ دیگر اشخاص جو پہلے شخص سے ٹکٹ خریدتے ہیں عقد بالجزء بالواسطہ بائع سے کرتے ہیں بعدازاں بقیہ معاملہ بلا واسطہ بذات خود کرتے ہیں ایسی صورتوں میں یہ لازم آئیگا کہ پورا عقد بیع بلا واسطہ بائع و مشتری میں واقع نہیں ہوا۔ اس لئے قطع نظر اس امر سے کہ تراضی طرفین جو مناط صحت عقد ہے متیقن نہیں منجر الی الغرر ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خامساً - صورت مبینہ میں لازم آتا ہے کہ مفہوم مبادلۃ المال بالمال صادق نہ آئے - کیونکہ درحقیقت کسی مشتری کو بھی ایک کوڑی دینی لازم نہیں آتی جبکہ پہلا شخص اپنے تین روپیہ فرستادہ وضع کرکے بقیہ ارسال کردیتا ہے تو گویا بائع کو پوری قیمت گھڑی کی ملجاتی ہے - مگر مشتری کی گرہ سے کچھ بھی نہیں نکلتا اسلئے مبادلۃ المال بالمال کا مفہوم بالکل مفقود ہے - اسی طرح دیگر اشخاص کی گرہ سے بھی کچھ نہیں نکلتا - بلکہ یہ تو ایک کو نہ اپنا بوجھ دوسرے کے سر ڈالنا ہے - جو آخر کار کسی ایک کو بلامعاوضہ اٹھانا پڑیگا - وھذا اضرار فاحش -

سادساً - وجوہ مذکورہ بالا صورت مبینہ کو منہی عنہ قرار دینے کے لئے کافی ہیں - قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحلال بین والحرام بین وبینھما مشتبھات والمؤمنون وقافون عند الشبہات یہی وجہ ہے کہ اہل اصول لکھتے ہیں کہ مشتبہات سے اجتناب اولیٰ ہے - بالخصوص علماء کو کیونکہ علماء کے حلال کمانے میں عامۂ ناس مشتبہات تک محدود رہتے ہیں - اور اگر علماء شتبہات میں پڑجائیں تو عامہ ناس حرام اور علماء کے حرام کی صورت میں عامۂ ناس حرام کو حلال سمجھ کر کافر ہوجاتے ہیں - ھذا ما عندی والعلم عند اللہ

كتبه العبد المفتقر

اصغر علی الروحی

میری سمجھ میں بھی یہ بیع نہیں کوئی عقد جائز نہیں - میں اس فتوے کو دیکھنے سے پہلے اس معاملہ کے متعلق ایک اجمالی نوٹ (یادداشت) سرورق کے دوسرے صفحہ میں شائع کرچکا ہوں - یہاں ایک بات کہنا ضروری ہے کہ جواب سوال کے پہلے جواب میں مشتری کو ایک حال میں اجیر ٹھہراکر تین روپیہ کو جو وہ واپس لیتا ہے حق السعی قرار دیکر حلال کہا گیا ہے - یہ غلطی ہے جس حالت میں اس جواب اول میں اور دوسرے دو جوابوں میں ... اس بیع کو ناجائز قرار دیا گیا ہے اور اسی فعل ناجائز (بیع) میں وہ اجیر بنایا گیا ہے تو پھر اس ناجائز امر کی اجرت یا حق السعی اسکو کیونکر حلال ہوسکتی ہے - عفی اللہ ابو سعید محمد حسین عفا اللہ عنہ

© rasailojaraid.com